خطبۂ افتتاحیہ

از

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں صاحب ندوی

یکے از مؤسسین آل انڈیا مسلم مجلس مشاورت

www.abulhasanalinadwi.org

مسلم مجلس مشاورت

کی

صوبائی کانفرنس

رام پور میں

۹ ستمبر ۶۷ء کو پڑھا گیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرات!

میں آپ کی عزت افزائی کا شکر گذار ہوں کہ آپ نے اس اہم کانفرنس کے افتتاح کے لئے میرا انتخاب فرمایا، ایک حقیقت پسند انسان کے لئے جو اپنی حقیقت سے نا آشنا اور کسی فریب میں مبتلا نہیں ہے، ان مواقع کی قدر و قیمت صرف اتنی ہی ہے کہ ان کے ذریعہ اس کو اپنے دل کی بات کہنے اور اپنے اصلی خیالات کے اظہار کا ایک ایسی فضا میں موقع ملتا ہے جس میں اس کی بات صبر و سکون اور اکثر اوقات ذوق و اشتیاق کے ساتھ سنی جاتی ہے۔ مجھے امید کرنی چاہیئے کہ یہ پیشکش آپ کی طرف سے کوئی رسمی اعزاز نہیں ہے، بلکہ یہ ایک اعتماد کا اظہار ہے، ہر چیز کی ابتدا بڑی نازک اور اہم ہوتی ہے اور اس کا اس کے پورے سلسلہ پر پڑتا ہے۔ خدا مجھے اس اعتماد و ذمہ داری کا اہل ثابت فرمائے۔

حضرات!

آج سے ٹھیک تین سال پہلے جب ہم لکھنؤ میں جمع ہوئے تھے اور مسلم مجلس مشاورت کی بنیاد پڑی تھی تو اس وقت سب سے بڑا احساس جو پوری فضا اور در و دیوار پر چھایا ہوا تھا اور جو درحقیقت ہم کو ملک کے کونے کونے سے کھینچ کر لایا تھا وہ یہ تھا کہ صرف چھ کروڑ مسلمان ہی نہیں، پینتالیس کروڑ انسانوں کا یہ ملک شدید خطرے سے دوچار ہے اور اگر اس کی جلد خبر نہ لی گئی تو پہلے یہ چھ کروڑ کی ملت جس کو برطانوی سیاست کی اصطلاح میں اقلیت کہا جاتا ہے، تباہ ہوگی پھر چالیس کروڑ انسانوں

www.abulhasanalinadwi.org

کا یہ ملک مکمل طریقہ پر تباہ ہو کر رہ جائے گا۔ بغض و عناد بدگمانی و بے اعتمادی کی فضا، انسانی جان اور عزت و آبرو کی بے وقعتی، مردم آزاری و انسان بیزاری، عقل پر جذبات کی حکمرانی، دوراندیشی پر کوتاہ اندیشی کا غلبہ، ملکی مفاد پر ذاتی اغراض کی ترجیح، جذبات کے پیچھے بہہ جانے اور کھوکھلے نعروں کے پیچھے دیوانہ بن جانے کی عادت ایک ایسا زہر ہے جو بڑی سے بڑی قوم اور ملک کی ہستی کا خاتمہ کر دیتا ہے۔ اور اس کو موت کے گھاٹ اتار دیتا ہے۔

جمشیدپور، راوڑکیلا کے فسادات جن سے سراسیمہ و پریشان ہو کر ملک کے دردمند اور مسلمانوں میں سوچنے سمجھنے والے حضرات اگست ۱۹۶۴ء کو لکھنؤ میں جمع ہوئے تھے، اور انھوں نے مجلس مشاورت کی داغ بیل ڈالی تھی۔ ایک بیمار ذہنیت کا کرشمہ تھا جو اس وقت کے مخصوص حالات و اسباب کی بنا پر ایک خاص شکل میں ظاہر ہوا، اس حقیقت کے انکار کی نہ ضرورت ہے، نہ اس کے اظہار میں کوئی شرم کی بات کہ اپنی ملت کے غیر محفوظ ہونے کا احساس اس وقت ہم سب پر غالب تھا خطرے کا احساس کرنا، گرد و پیش کے واقعات کو صحیح طور پر دیکھنا اور ان سے صحیح نتائج نکالنا، بغیر کسی جارحیت کے اپنی حفاظت کا سامان کرنا، زندگی کی علامت، فطرت کا عین تقاضا اور انسان کا عیب نہیں خوبی اور ہنر ہے۔ ایک صحیح و سالم انسانی جسم بھی دن رات اس کا مظاہرہ کرتا رہتا ہے اور انہی صحیح الفطرت اعضاء سے کسی ملک یا قوم کا اجتماعی وجود مضبوط و مستحکم ہوتا ہے۔

لیکن اس فطری و قدرتی احساس کے ساتھ یہ احساس بھی ہمارے دل و دماغ میں پورے طور پر جاگزیں تھا کہ یہ فسادات جن کا رخ خاص اسباب کی بنا پر مسلمانوں کی طرف تھا، ملک کی اس اندرونی بیماری اور مزاج کے اس بگاڑ کا نتیجہ ہے جو دیکھنے والوں کو عرصہ سے نظر آ رہا تھا، وہ ان فرقہ وارانہ فسادات کے آئینہ میں ملک کی

تباہی و بربادی کا مہیب اور وحشتناک منظر دیکھ رہے تھے، تنگ نظری، مفاد پرستی حد سے بڑھا ہوا احساس برتری، جذبات سے مغلوب ہو جانے، روئی کی طرح جلد آگ پکڑ لینے اور بارود کی طرح بھک سے اڑ جانے کی صلاحیت کسی ایک میدان میں محدود اور کسی ایک فرقہ کے ساتھ مخصوص نہیں رہ سکتی، نفرت اور اقتدار کی بڑھی ہوئی ہوس کی آگ کو اگر جلانے کے لئے ایندھن نہ ملے تو وہ خود کو کھانے لگتی ہے۔

اصل اور بنیادی صداقت

مجلس مشاورت کے رہنماؤں نے اس خطرہ کا صحیح طور پر احساس کیا، اتحاد و اعتماد کی فضا قائم کرنے عزت نفس اور خود اعتمادی کو ذرہ برابر نقصان پہونچائے اور مرعوبیت و احساس کہتری اور شکست خوردگی کے شائبہ کے بغیر، غلط فہمیاں اور تلخیاں دور کرنے کے لئے ملک میں دورے کا پروگرام بنایا۔ وہ انسانیت، محبت، سچی حب الوطنی، صحیح جمہوریت اور بالغ سیاسی شعور کے پیامبر بن کر ملک کے بڑے حصے میں گھومے اور ہزاروں میل کا سفر کیا، ان کا ہر جگہ پُر محبت اور پرجوش استقبال ہوا، ہر جگہ فضا پر نہایت خوشگوار اثر پڑا، ان کو اپنے ان دوروں سے اس کا اندازہ ہوا کہ نفرت و عداوت کی اس تبلیغ و تعلیم سے دماغ زیادہ دل کم متاثر ہوئے ہیں۔ ہندوستان کی محبت آشنا سرزمین کی خاک کی تہہ میں محبت کی چنگاریاں اور انسانیت کا درد ہے۔ صرف پرخلوص کوشش، بے لوث تلقین اور بے غرض قیادت سے ان کو ابھارنے اور فروزاں کرنے کی ضرورت ہے (یہ کام وہ جماعتیں نہیں کر سکتیں جو ہر مسئلہ کو سیاسی نقطۂ نظر سے دیکھنے، جماعتی نفع و نقصان اور انتخابات میں ہار جیت کے پیمانے سے ناپنے کی عادی اور پابند ہو چکی ہیں۔ اور جو بعض اوقات تخریب میں اپنی تعمیر، تفوق میں اپنا اتحاد اور دوسروں کے نقصان اور مقصد میں اپنا فائدہ اور اپنی

www.abulhasanalinadwi.org

ترقی سمجھتی ہیں، اس کے لئے ایک ایسی ہی جماعت کی ضرورت تھی، جو سیاسی اغراض و مقاصد اور ذاتی و جماعتی مفادات سے بالاتر ہو کر خدا کی رضا، انسان کی محبت اور ملک و وطن کی حفاظت کی فکر میں یہ کام انجام دے، یہ میدان اب بھی اسی طرح سے بے لوث کارکنوں اور بلند ہمت شہسواروں سے خالی اور اس کا منتظر ہے جیسے آج سے تیس برس پہلے تھا اور آج بھی ملک کی یہی سب سے بڑی ضرورت ہے، اس کے بغیر ملک کا کوئی مسئلہ بھی حل نہیں ہو سکتا، یہ بات حقیقت بن کر سامنے آ گئی ہے کہ غلط قیادت، فاسد تعلیم و تربیت اور غیر ذمہ دار صحافت نے ہمارے عوام بالخصوص نوجوانوں کا دماغ اتنا مسموم کر دیا ہے، ان میں نفرت و عداوت، تنگ نظری، ضد اور تعصب اور بے جا جوش اور حد سے بڑھا ہوا اشتعال پیدا کر دیا ہے کہ وہ کسی مسئلہ پر بھی ٹھنڈے دل اور پرسکون دماغ سے غور کرنے کے لئے تیار نہیں، اس کا نتیجہ ہے کہ کوئی سیاسی پارٹی کسی مسئلہ کو سنجیدگی اور حقیقت پسندی کے ساتھ حل کرنے کے قابل نہیں رہی ہے، وہ اگر کسی اصول کی خاطر کبھی اس کی جرأت بھی کرلے تو اس کو اگر وہ عوامی پارٹی ہے تو اپنی مقبولیت سے اور اگر برسر حکومت ہے تو اپنے اقتدار سے محروم ہو جانا پڑے گا۔ اور اتنی قربانی دینے کے لئے کوئی ایسی پارٹی تیار نہیں ہو سکتی جس کی تربیت اخلاقی اصولوں کے بجائے انتخابی و جمہوری اصولوں اور روایات پر کی گئی ہو، اس کا نتیجہ ہے کہ اس وقت قیادت ہمارے سیاسی رہنماؤں اور آزمودہ کار و بالغ نظر قائدین کے ہاتھ میں نہیں ہے، ان غیر ذمہ دار لیڈروں کے ہاتھ میں ہے جو عوام بالخصوص نوجوانوں میں زیادہ اشتعال اور نفرت پیدا کر سکیں، اس وقت ہمارے ملک کی سیاست اور زندگی کو ہمارے عوام کے رجحانات، ہمارے اخبارات کے تبصرے اور تنقیدیں اور ان کی طے شدہ پالیسی چلاتی ہے اور وہ ملک تباہی کے عمیق غار کے بالکل کنارے پر کھڑا ہوا ہے جس کی تمام [illegible]

کے بجائے عوام کے نعرے، نوجوانوں کا جوش اور اخبارات کے زہر میں بجھے ہوئے مضامین اور موٹی موٹی سرخیاں کر رہی ہیں۔ اس ملک کے لئے ہر بیرونی خطرے سے زیادہ خطرہ اور ہر وبائی مرض سے زیادہ خطرناک یہ صورت حال ہے جس کی اصلاح کئے بغیر نہ کسی اقلیت کا کوئی مسئلہ حل ہو سکتا ہے نہ ملک کی سالمیت کا کوئی منصوبہ پورا ہو سکتا ہے۔

دوسری ذمہ داریاں

حضرات! اس بنیادی کام کے ساتھ جو ایک محب وطن، فرض شناس اور ذمہ دار ہندوستانی کی حیثیت سے مجلس مشاورت نے اپنے سامنے رکھا تھا اور جو اس ملک میں ہر مسئلہ کا حل اور ہر کامیابی کی ضمانت ہے، نشیمن کی تعمیر، اس کی توسیع و تزئین اور اس کی حفاظت و استحکام، سب شاخ کے مضبوط و استوار ہونے پر موقوف ہے۔ ہمارے ملی مسائل کا نشیمن خواہ وہ تعلیمی ہو یا لسانی، خالص دینی ہو یا سیاسی، اسی شاخ پر قائم ہے، یہ شاخ حالات کا اعتدال، معقولیت پسندی اور باہمی اعتماد ہے۔ اس لئے ہر وہ چیز جو اس شاخ کے وجود کو خطرے میں ڈال سکتی ہے ہمارے لئے بنیادی مسئلہ اور حقیقی خطرہ ہے، لیکن ہم اپنے نشیمن سے غافل و بے پروا نہیں ہو سکتے، نہ کسی قیمت پر اس سے دستبردار ہونے کے لئے تیار ہیں کہ وہی ہماری آرام گاہ اور پناہ گاہ ہے، ہمارا تشخص، ہمارے تصورات کی دنیا، ہماری تگ و تاز اور ہماری آزادانہ پرواز کا وہی منتہیٰ اور مرکز ہے

ہندوستان میں مسلمان چھ کروڑ کی تعداد میں بتائے جاتے ہیں، اس کو چھوڑ دیجئے کہ کبھی انھوں نے اس ملک کی قیادت کی ذمہ داری قبول کی تھی اور انھوں نے ایک عرصہ تک اپنے کو اس کا اہل ثابت کیا تھا۔ اس کو بھی جانے دیجئے کہ انھوں نے اس ملک کو اپنی ذہانت، اپنے ذوق اور قوت عمل کی لازوال یادگاروں سے مالا مال کر دیا اور اس

www.abulhasanalinadwi.org

کو چار چاند لگائے۔ اس سے بھی قطع نظر کیجئے کہ ان کے ہم مذہب اور ہم عقیدہ لوگوں کی برادری ساری دنیا میں پھیلی ہوئی ہے اور وہ مشرق کی اس طلائی زنجیر میں ایک مفید کڑی کا فرض انجام دے سکتے ہیں اور ہندوستان کو اپنے قریبی ہمسایوں اور مشرق وسطی کے ملکوں سے مربوط ہونے میں مدد دے سکتے ہیں۔ یہ چھ کروڑ کی عظیم آبادی خود ایک بہت بڑی طاقت اور ایک بیش قیمت دولت ہے، اس کی گرمجوشی، اس کا اطمینان و اعتماد اور اس کی زندگی کا سکون و اعتدال خود اس ملک کے لئے بہت مفید اور بہت بڑی حد تک ضروری ہے، اس ملک میں بالارادہ اور بلا ارادہ ایسے واقعات پیش آتے رہے اور مختلف طاقتیں اس طرح کام کرتی رہیں کہ ملت خود اپنی اہمیت، اپنے وزن اور اپنی فیصلہ کن طاقت سے بے خبر اور غافل ہو گئی، اس کا ایک بڑا طبقہ غیر ملکی اقتدار کے دور میں انگریزوں اور انگریزی حکومت سے وابستہ رہا اور دوسروں کو بھی اسی کی تلقین کرتا رہا، تقسیم کے بعد پھر اس میں سیاسی جمود و تعطل اور دوسروں کے دست نگر رہنے اور با اقتدار جماعت کے ساتھ اپنی قسمت کو وابستہ سمجھنے کی عادت پڑ گئی، یہاں تک کہ اس ملک کے بہت سے .... لوگوں کو محسوس ہونے لگا کہ مسلمانوں نے شاید کسی ایک جماعت کے لئے خط غلامی لکھ دیا ہے وہ انتخابات و فیصلے کی اس طاقت سے محروم ہونے لگے جو قدرت کا ایک بیش قیمت عطیہ اور ہر آزاد و صاحب ضمیر انسان کا فطری حق ہے، افراد کے معاملہ میں بھی یہ تصور کہ انھوں نے اپنا دامن سیاسی طور پر کسی کے دامن کے ساتھ باندھ دیا ہے اور وہ اس سے آزاد نہیں ہو سکتے، ایک نہایت تکلیف دہ تصور ہے۔ انسان برسوں ایک جگہ بیٹھا رہ سکتا ہے اور لوگوں نے پوری پوری زندگی کسی ایک محدود جگہ میں گذار دی ہے اور ان کو اس میں کوئی گھٹن محسوس نہیں ہوئی، لیکن ایک تندرست اور آزاد انسان سے یہ کہہ دیا جائے کہ وہ کسی تھوڑے سے وقت کے لئے اس مکان سے باہر نہیں جا سکتا

اور اپنے لئے کسی دوسری جگہ کا انتخاب بھی نہیں کر سکتا ہے تو اس کو یہ محسوس ہونے لگے گا کہ وہ ایک پنجرہ میں بند ہے اور اس کا دم گھٹنے لگے گا۔ اس چھ کروڑ کی ملت کے لئے اس کی ضرورت تھی کہ وہ اپنی اہمیت اور وزن کا احساس اور تجربہ کرے وہ اپنے انتخابات کے حق اور رد و قبول کے اختیار سے آشنا ہو، یہ بجائے خود ایک بڑا مقصد اور عظیم فائدہ تھا جس کے لئے تھوڑے سے نقصانات اور غلطیوں کو بھی برداشت کیا جا سکتا ہے، کسی بچہ کے لئے اپنی طاقت کے اس انکشاف کی خاطر کہ وہ اپنے پاؤں پر آزادانہ چل سکتا ہے اور خدا نے اس میں یہ طاقت رکھی ہے، اس کا گر جانا اور بعض اوقات چوٹ کھانا بھی برداشت کیا جاتا ہے لیکن اگر وہ اپنی اس طاقت اور اصلیت سے ناواقف ہوگا تو اس سے نہ صحیح چلنے کی توقع کی جا سکتی ہے، نہ رہبری کی نہ رہبری کی۔

پچھلے تجربات اور ان کا احتساب

ہم نے گذشتہ انتخابات میں آزادانہ حصہ لیکر اسی طاقت کا انکشاف اور تجربہ کیا؛ اس میں ہم سے غلطیاں بھی ہوئیں اور ناتجربہ کاریاں بھی، ہم کو ایک شریف اور بہادر انسان اور ایک جری اور حق گو مسلمان کی حیثیت سے ان غلطیوں کا اقرار بھی کرنا چاہیئے اور ان ناتجربہ کاریوں کا اعتراف بھی۔ واقعات سے سبق لینے اور تجربات سے سیکھنے کی اہلیت زندہ انسانوں کی خصوصیت ہے، وہ جمادات میں معدوم اور حیوانات میں محدود ہوتی ہے علم و فن اور تہذیب و تمدن سب کی ترقی تجربوں، پیش قدمیوں، اہم جوئی اور جرأت مزاج کی رہین منت ہے جس تھوڑے سے وقت اور جیسے غیر معتدل اور ناہموار حالات میں یہ فیصلے کئے گئے ان میں غلطیاں ناگزیر تھیں، ہندوستان کی سیاسی زندگی میں جو مفاد پرستی، انانیت اور بے اصولی سرایت کر گئی ہے اور جس طرح یہاں ملک کے مفاد پر ذاتی مفاد کو اور ملت کے مسائل پر ذاتی مسئلہ کو ترجیح دینے کا مرض پیدا ہو گیا ہے

www.abulhasanalinadwi.org

اس کا یہ معمولی کرشمہ ہے کہ اخلاقی معاہدوں اور سابقہ وعدوں اور یقین دہانیوں کو بالائے طاق رکھ دیا جائے، اس کو ہماری کوتاہ نظری کہیئے یا ناتجربہ کاری کہ ہم کو کم سے کم مسلمان امیدواروں سے یہ امید نہ تھی کہ وہ ملت کے وسیع مفاد اور اس کے بنیادی مسئلوں (زبان و تعلیم وغیرہ) پر اس آسانی کے ساتھ اپنے ذاتی مفاد اور کسی جماعت سے وابستگی کو ترجیح دیں گے جیسا کہ تجربے میں آیا۔ ایک حقیقت پسند انسان کی حیثیت سے بھی اور ایک دلیر اور حوصلہ مند مسلمان کی حیثیت سے بھی ہم کو اپنے پورے طریقۂ کار کا جائزہ لینا چاہیئے، گذشتہ تجربات سے فائدہ اٹھا کر ایسا لائحۂ عمل تیار کرنا چاہیئے جو زیادہ حقیقت پسندی اور بالغ نظری پر مبنی ہو۔ مسلمانوں نے اپنے جس اعتماد اور تعاون کا اظہار کیا ہے اس کا حق ہے کہ ہم بہتر سے بہتر طریقہ پر ان کے اس ملک میں وزن اور اہمیت کو بحال کرنے اور ان کے ملی مسائل کو حل کرنے کی راہ نکالیں اور وہی راستہ اختیار کریں جو ان کے لئے مفید ہو۔

دینی اور وطنی ذمہ داریاں

حضرات! ہم مسلمان ہندوستان کے اسی طرح شہری ہیں جس طرح اس ملک کے دوسرے ہندو، سکھ اور عیسائی باشندے، ہم پر اس ملک کی حفاظت، طاقت اور خوشحالی کی ذمہ داری بھی ہے اور اس کی قدرتی دولتوں، ترقی کے مواقع اور شہری حقوق سے فائدہ اٹھانے کا پورا استحقاق بھی، جہاں تک حقوق کا تعلق ہے ہمیں اپنے دوسرے ہم وطن بھائیوں کے مقابلہ میں کوئی امتیاز اور جداگانہ استحقاق حاصل نہیں، میں ایک انصاف پسند، حقیقت شناس اور اسی کے ساتھ حق گو مسلمان کی حیثیت سے نہ جداگانہ حقوق اور مخصوص مراعات اور امتیاز کا مطالبہ کرنا جائز قرار دوں گا، نہ کسی حق تلفی، ناانصافی اور امتیازی سلوک کو گوارا اور برداشت کروں گا، لیکن جہاں تک اس ملک کے صحیح راستہ پر چلنے اور چلانے کی ذمہ داری کا تعلق ہے اس بارہ میں مسلمانوں کی ذمہ داری دوسرے فرقوں اور آبادی کے دوسرے

عناصر سے زیادہ سمجھتا ہوں، ذمہ داری کو زیادہ محسوس کرنا، اپنے ذمہ زیادہ کام لے لینا اور اپنے کو کسی اخلاقی معاملہ میں جوابدہ سمجھنا اور قرار دے لینا ایک ایسا فیصلہ اور ایک ایسا اقدام ہے جس پر ہمدردی کا تو موقع ہے شکایت کا کوئی موقع نہیں، اس میں اپنے ساتھ زیادتی ہوسکتی ہے دوسرے کے ساتھ حق تلفی اور کوتاہی کا سوال نہیں۔ قرآن مجید میں مسلمانوں کے وجود کی غرض و غایت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ اپنے لئے نہیں ساری نوع انسانی کے مفاد کے لئے دنیا میں آئے ہیں، ان کا کار منصبی بھلائی کا حکم دینا، برائی سے روکنا اور ہر معاملہ میں خدا کی ہستی کو پیش نظر رکھنا اور اس پر یقین کرنا ہے (كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ) اُن کو خدائی خدمت گار، حق و انصاف کا بے لاگ طرف دار اور حق و صداقت کا دائمی علمبردار قرار دیا گیا ہے۔ جس کے لئے اپنے پرائے کی تمیز کرنا اور دوست و دشمن میں تفریق کرنا جائز نہیں (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ)۔ اے ایمان والو! انصاف کے علمبردار اور خدائی گواہ بن جاؤ، چاہے تم کو انصاف کا یہ فیصلہ اور گواہی کا یہ فریضہ خود اپنی ذات، اپنے ماں باپ یا اپنے عزیز و اقارب کے خلاف انجام دینا پڑے۔ ان کو یہ حکم تھا کہ وہ ہر حال میں اپنے بھائی کی مدد کریں، اگر وہ مظلوم ہے تو سپر بن جائیں اور اگر وہ ظالم ہے تو اس کا ہاتھ پکڑ لیں کہ یہی اس کی سب سے بڑی مدد ہے[۵]۔ ان کو انسانی جان کی قیمت اتنی بتائی گئی اور ایک انسان کی زندگی کے نرخ کو اتنا بڑھایا گیا ہے کہ کہا گیا ہے کہ جس نے ناحق ایک انسان کی جان لی اس نے پورے نوع انسانی کی قدر و قیمت کا انکار کیا اور پورے انسانی کنبہ کو خاک و خون میں ملا دیا اور جس نے ایک انسان کی جان بچائی اس نے گویا پوری انسانی برادری اور انسانیت کی پوری متاع کی حفاظت کی۔

---

[۵] [illegible]

www.abulhasanalinadwi.org

(مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا، وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا) وہ صرف اسی بات کے ذمہ دار نہ تھے کہ ان اصولوں اور حقائق پر خود بھی یقین رکھیں اور ان پر کاربند ہوں بلکہ اس کے بھی ذمہ دار ہیں کہ ان کی اتنی تبلیغ و اشاعت کریں، ان کے لئے ایسے سینہ سپر اور سرگرم کار ہو جائیں کہ وہ جہاں بھی رہیں وہاں فضا اس کے موافق ہو جائے اور ذہن ان سے ناآشنا اور طبیعتیں ان سے بیگانہ نہ رہیں۔

احیائیت کا طوفان یہ صرف ملت کی خدمت اور اپنے مذہبی فریضے کی تکمیل ہی نہیں ملک کی بھی سب سے بڑی خدمت ہے، جس ملک میں انسانی جان اتنی ارزاں ہو کہ موہوم سیاسی مقاصد، محدود ذاتی اغراض اور عارضی و مشکوک اقتدار کی خاطر سینکڑوں ہزاروں ہم وطنوں کی جان لی جا سکتی ہو، جہاں ایک نعرہ، ایک تقریر اور ایک اشتہار پر دیکھتے دیکھتے بیسیوں گھر بے چراغ، اور سینکڑوں بچے اور عورتیں لاوارث کی جا سکتی ہوں وہاں نہ زندگی میں امنگ اور حوصلہ، نہ دلوں میں اعتماد، نہ حب الوطنی اور تعمیر و ترقی میں گرمجوشی اور نہ زندگی میں سکون و اعتدال پیدا ہو سکتا ہے نہ ذہانتیں اور قدرتی صلاحیتیں بروئے کار آ سکتی ہیں، نہ کوئی تعمیری اور تعلیمی منصوبہ تکمیل کو پہونچ سکتا ہے، نہ اس ملک میں سیاسی اور معاشی استحکام پیدا ہو سکتا ہے تنگ نظر اور مفاد پرست، فرقہ دارانہ قیادت، احیاء پرستی کے جذبے، غلط تاریخ اور غلط تعلیم و تربیت، ناخدا ترس اور وطن دشمن صحافت (پریس) نے جو روزانہ نفرت و عداوت کے زہر کی ایک بڑی مقدار اس ملک کے لاکھوں کروروں باشندوں کے دل و دماغ میں اتارتی رہتی ہے اور جس نے صرف تصویر کا ایک ہی رخ پیش کرنے کی قسم کھائی ہے ہماری نئی نسل کے دماغوں کو اتنا مسموم کر دیا ہے اور اس کو اتنا بے برداشت، غضبناک اور زود رنج بنا دیا ہے اور اس میں مشتعل ہو جانے کی ایسی صلاحیت پیدا کر دی ہے

کہ سارا ملک بارود کے ایک سرنگ کی طرح ہو گیا ہے جس کو ایک ذرا سے اشارے سے ہر وقت اڑایا جا سکتا ہے۔ زبان، رسم الخط، تعلیم، ثقافت و تہذیب، جو زندگی میں لطف و مسرت پیدا کرنے کے بہترین ذرائع تھے اور جن سے اس دنیا کی رونق تھی جن کا اعلیٰ ترین مقصد اور بہترین مصرف امن و آشتی پیدا کرنا، محبت کے بند یا خشک سوتوں کو چھیڑنا اور رواں کرنا تھا، اب انسانی زندگی کے جلتے ہوئے چراغوں کو گل کرنا، جڑے ہوئے تعلقات کو توڑنا اور انسانوں کو انسان سے جدا کرنا رہ گیا ہے اور ان کا نام آتے ہی دانش گاہوں کی پرسکون فضاؤں، ادب و شاعری کے جاں نواز نغموں اور انسانیت کی بلند و رفیع قدروں کی طرف ذہن جانے کے بجائے خاک و خون کے ڈھیروں، میدان جنگ کے وحشت خیز مناظر اور فرقہ وارانہ فسادات کے مہیب نتائج کی طرف جانے لگا ہے، ہندوستانی زبان و ادب اور ثقافت کی یہ انتہائی بدقسمتی اور مظلومیت اور ان کے حامیوں اور پرستاروں کی انتہائی ناعاقبت اندیشی اور کوتاہ نظری ہے کہ ان کے نام کے ساتھ اچھے شاعروں اور ادیبوں بالمیک، کالیداس یا ٹیگور اور پریم چند کے بجائے سیزر و نیرو اور چنگیز خاں کے نام ذہن اور حافظہ میں ابھرنے لگیں اور بجائے ملک کی ان شخصیتوں کی یاد تازہ ہونے کے۔ جنھوں نے ملک محمد جائسی اور عبدالرحیم خان خاناں (رحیم) کی طرح (مذہب کے اختلاف اور اپنے نسلی علوم (عربی و فارسی) کے عالم ہونے کے باوجود) ملک کی قدیم زبانوں کو اپنے ذوق و اختیار سے اپنے اظہار خیال اور اظہار کمال کا ذریعہ بنایا اور ان میں نام پیدا کیا۔ غالب و مغلوب اور فاتح و مفتوح کا تصور آنے لگے۔ یہ سب نفرت کے اس زہر اور اپنی نسل، اپنی تہذیب، اپنی زبان اور اپنے کلچر کے بارہ میں حد سے بڑھے ہوئے احساس برتری کا نتیجہ ہے جس نے کبھی کسی ملک میں نسل کشی (GENOSIDE) کی

www.abulhasanalinadwi.org

خطرناک نہیں ہے جب وہ پھٹے اور اس کا لاوہ قریب و دور کی بستیوں کو تباہ کردے محض اس کا وجود اور اس میں آتشگیر مادہ کی پرورش اور نشو و نما بھی خطرناک ہے۔

اخلاقی انحطاط

دوسری طرف اس ملک کا اخلاقی انحطاط اپنے آخری نقطے کو پہونچ گیا ہے، دولت پیدا کرنے کے جذبے نے اور تھوڑے سے تھوڑے وقت میں زیادہ سے زیادہ کما لینے کے شوق نے جنون کی شکل اور سرسام کی کیفیت اختیار کر لی ہے اور سب پر دولت کمانے اور زیادہ سے زیادہ منفعت حاصل کرنے کا بھوت سوار ہو گیا ہے، یہ جذبہ ملک کے ہر مفاد اور ہر ملکی و سیاسی مصلحت سے بے پروا و بے نیاز ہے، وہ مذہب و اخلاقیات، شرافت و معقولیت، شہریت اور آئین، سب کے حدود پھلانگ گیا ہے۔ اشیاء کے موجودہ بڑھے ہوئے نرخ، غلّہ کی گرانی، ضروریات زندگی کی نایابی، سب کی تہہ میں ہمارے ملک کا یہی اخلاقی دیوالیہ پن کام کر رہا ہے جو کبھی چور بازاری کی شکل میں کبھی ذخیرہ اندوزی کی صورت میں اور کبھی رشوت، خیانت، غبن اور کام چوری کے قالب میں نمودار ہوتا ہے اور جس نے ہماری پوری شہری زندگی کو بجائے راحت کے مصیبتوں اور مشکلات، پریشانی و سرگردانی کا ایک لامتناہی سلسلہ بنا دیا ہے۔ ہر محکمے میں سخت بدنظمی، ہر شعبے میں سخت ابتری، ہر موڑ پر لاقانونیت کا دور دورہ ہے اور رشوت ستانی کی گرم بازاری ہے، انتہا یہ ہے کہ لوگ عاجز آکر انگریزوں کے دور کی باقاعدگی اور زندگی کی سہولتوں کو یاد کرنے لگے ہیں۔ یہ کسی ملک کے لئے ننگ و عار کا آخری درجہ اور صاحب اقتدار جماعت کی ناکامی اور نااہلی کی آخری دلیل ہے کہ لوگ بدیشی حکمرانوں اور ملک کی عزت کو خاک میں ملانے والوں کو یاد کرنے لگیں، اس صورت حال کے خلاف بھی کہیں منظم کوشش اور کوئی اخلاقی مہم نہیں چل رہی ہے، مسلمان ان سہولتوں اور مشکلات میں برابر کے حصہ دار ہونے کی حیثیت سے بھی اور ان ذمہ داریوں کی بنا پر بھی جن کو قبول کرنے کی [illegible] کو خیر امت

کا لقب دیا گیا ہے، اپنے امکانی حد تک اس بگاڑ کو روکنے اور معاشرہ میں اخلاقی حس پیدا کرنے کے ذمہ دار ہیں، اور اگر وہ اس فرض میں کوتاہی کریں گے تو وہ دنیا کی نگاہوں میں بھی حقیر اور خدا کی عدالت میں بھی مجرم قرار پائیں گے۔

مسلم مجلس مشاورت نے اس کو بھی اپنے مقاصد میں شامل کیا تھا۔ اور اس کام کا بھی بیڑہ اٹھایا تھا، روز بروز اس کی ضرورت شدید ہوتی جا رہی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معاشرہ کے افراد کو ایک کشتی کے سواروں سے تشبیہ دی ہے، جس میں پست حال مکینوں اور مرفہ الحال بالانشینوں کی کوئی تفریق نہیں، اگر اس کشتی میں کسی مسافر کی ناعاقبت اندیشی سوراخ کر دے اور پانی آنے لگے تو پھر اس کشتی کا کوئی مسافر بچ نہیں سکتا، اور وہ کشتی ڈوبے گی تو سب ڈوبیں گے، ہم سب ایک..... کشتی کے مسافر ہیں لیکن اس سوراخ کے بند کرنے کی ذمہ داری ہماری حب الوطنی اور حقیقت پسندی کا بھی تقاضا ہے اور ہمارے اس منصب احتساب اور فلاح انسانیت کی فکر کا بھی جو ہمارے مذہب نے ہم پر عاید کی ہے۔

خلاصہ کلام

حضرات! ملت کی حفاظت اور ملک کی خدمت میں قطعاً کوئی تضاد نہیں، بلکہ ان میں ہر ایک دوسرے کی معاون ہے، ملک کے استحکام، امن و امان اور حالات کے استقرار و اعتدال کے بغیر آبادی کا کوئی عنصر اور کوئی بڑے سے بڑا فرقہ بھی اپنے اعتقادی، تہذیبی اور ثقافتی تسلسل کو قائم نہیں رکھ سکتا اور نہ اپنی خصوصیات اور صدیوں کے علمی و ادبی ذخیرے کو دوسری نسل کی طرف منتقل کر سکتا ہے۔ جہاں اپنی جان اور اپنی عزت و آبرو کے بچانے ہی کا مسئلہ ہو وہاں زبان اور ثقافت کے بچانے کو کون سوچ سکتا ہے اور کس کو اس کی فرصت ہو سکتی ہے؟ اس طرح اتنی بڑی ملت جو نہ صرف کروڑوں کی تعداد میں ہے بلکہ انسانی [illegible]

www.abulhasanalinadwi.org

و دل شکستہ ہو، بے روزگاری و پریشان حالی کا شکار ہو، بار بار فسادات کی زد میں آتی ہو تو وہ ملک نہ مضبوط رہ سکتا ہے نہ دنیا میں عزت و اعتماد حاصل کر سکتا ہے، اس لئے دونوں مسئلے ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں، ملت کی حفاظت ملک کی خدمت ہے اور ملک کی خدمت اور استحکام میں ملت کی حفاظت کا راز مضمر ہے،

اس لئے ہم دو کشتیوں کے مسافر نہیں ایک ہی کشتی کے مسافر ہیں البتہ وہ کشتی اتنی چھوٹی اور تنگ ظرف نہیں کہ جو ایک یا چند فرقوں کو جگہ دے اور ایک فرقہ کو جگہ نہ دے، یا اسمیں ایک تعمیری مسئلہ کی گنجائش ہو اور دوسرے تعمیری مسئلہ کی گنجائش نہ ہو۔ ہم کو ملک و ملت دونوں زندہ حقیقتوں میں سے کسی حقیقت سے آنکھیں نہیں بند کرنی چاہیئے۔ البتہ ہماری داعیانہ حیثیت، ہماری بے لوث اور خدا اندیش فطرت اور ہمارا وہ فرض منصبی جس کی بنا پر ہم کو خیر امت کا لقب ملا، اس پر غالب رہنا چاہیئے۔ اس سود و زیاں کی دنیا میں اس قمار خانۂ سیاست میں ہماری اصول پسندی، ہمارا اخلاقی کردار اور ہمارا ایمانی شعار سب پر غالب رہنا چاہیئے۔ ہمیں ان سیاسی پارٹیوں کی پست سطح پر کبھی نہیں آنا چاہیئے جو دوسروں کی تخریب میں اپنی تعمیر اور دوسروں کی بربادی میں اپنی ترقی کا خواب دیکھتی ہیں۔ اور جن کا منتہائے نظر حکومت کی کرسیوں کے سوا کچھ نہیں، ہمیں اس ملک کے بارہ میں بھی اور اس ملت کے بارہ میں بھی اپنا ذہن تعمیری بنانا چاہیئے۔ خاص طور پر ہماری ملت ایک ہمہ گیر تعمیری منصوبے کی سخت ضرورت مند ہے، دینی و اخلاقی اور معاشی و معاشرتی ہر لحاظ سے وہ پستی کی آخری حد تک پہونچ گئی ہے۔ اگر اس کی جلد خبر نہ لی گئی تو وہ دن کچھ دور نہیں ہے اور اس کے آثار صاف نظر آنے لگے ہیں کہ وہ ہندوستان کی دوسری پسماندہ اقوام (شودروں) کی صف میں شامل ہو جائے گی، لیکن یہ کام ملت اور وقت کے ایثار و قربانی کے

بغیر انجام نہیں پا سکتا، میں انتہائی مجبوریوں اور کرب و اذیت کے انتہائی احساس کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ ہماری ملت میں جس کا عقیدہ اور شعار تھا کہ دولت کا اصل مالک اللہ تعالیٰ اور مسلمان اس کا نائب اور امین ہے۔ اور ملت اس کی مستحق اور حصہ دار ہے۔

(وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ) "اور خرچ کرو (اللہ کی راہ میں) اس میں سے جس میں اللہ نے تم کو اپنا جانشین بنایا ہے۔" (وَاٰتُوْهُمْ مِنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْ اٰتٰكُمْ) "ان مسلمانوں کو اللہ کے اس مال میں سے دو جو اس نے تم کو دیا ہے۔" قارونی ذہن پیدا ہو رہا ہے جس نے راہ خدا میں خرچ کرنے سے یہ کہہ معذرت کر دی تھی کہ (اِنَّمَا اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ) "یہ تو میری دولت ہے جو میں نے اپنے ہنر اور قابلیت سے پیدا کی ہے۔" یہ خطرناک ذہنیت اور قارونی نفسیات و مزاج ہمیشہ وہی نتائج پیدا کرے گا جو قرآن میں بیان کئے گئے ہیں، یہ قارون صفت انسان خود بھی ڈوبیں گے اور اپنے ساتھ اپنے گرد و پیش اور اپنے ماحول کو بھی لے ڈوبیں گے (فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ) "پس ہم نے قارون اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا۔" افراد کی قسمت ملت کی قسمت سے وابستہ ہے، جس طرح موجوں کی زندگی دریا سے۔ ملت کی ضروریات سے چشم پوشی، اس کی تعمیر و استحکام سے پہلو تہی اور اپنی خواہشات و عادات میں اولوالعزمی اور دریا دلی وہ جرم ہے جس کی سزا خدا کے قانون میں بہت سخت ہے، ملت اس وقت اپنے افراد کی ایثار و قربانی کی سخت محتاج اور اس کے لئے چشم براہ ہے۔

جو افراد اپنی ملت کے لئے ایثار و قربانی نہ کر سکیں اور ملت کا کوئی تعمیری منصوبہ یا اس کی زندگی کا کوئی شعبہ محض وسائل کی کمی اور افراد کی

www.abulhasanalinadwi.org

فرض ناشناسی اور نفس پرستی کی وجہ سے تشنۂ تکمیل رہ جائے ان مجرم افراد اور اس بدقسمت ملت کو نہ زمانے کی شکایت کرنے کا حق ہے نہ حکومت پر تنقید کا۔ ہم کو اپنا اپنا فرض ادا کرنا ہے، جو جس محاذ پر کھڑا ہے اور جس کو اللہ نے جو صلاحیت عطا فرمائی ہے اس کو ملت کے کام میں لگانا ہے۔ پھر خدا کی نصرت و رحمت کی تکمیل فرمادے گی اور ہماری پوری دستگیری فرمائے گی۔

(اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ وَ یُثَبِّتْ اَقْدَامَکُمْ)

(وَ یَزِدْکُمْ قُوَّۃً اِلٰی قُوَّتِکُمْ)

ابوالحسن علی

شائع کردہ

اسٹیٹ مسلم مجلس مشاورت۔ لکھنؤ

(مطبوعہ ملی پریس لکھنؤ)

www.abulhasanalinadwi.org